سوال

(43)چشموں سے کھیتوں کو سیراب کرنا الخ

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

یہ ہے کہ آپ کا فتویٰ صحیح ہے، یا حافظ صاحب کا (غازی پوری)؟ اور جواب آپ اخبار تنظیم اہل حدیث چھاپ دیں۔

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

حافظ عبد اللہ صاحب غازی پوری نے چشموں سے کھیتوں کو سیراب کرنے کی صورت بتلائی ہے، کہ جداول نالیاں، نالے کھودیا کھدوا کر پانی پہنچایا جاتا ہے، یہ بالکل درست ہے، بلکہ کنوؤں سے اونٹوں وغیرہ کے ذریعے جو پانی نکالا جاتا ہے، اس کے لیے بھی جداول کی ضرورت پڑتی ہے، لیکن حافظ صاحب نے اس بات کا خیال نہیں کیا کہ مروجہ نہریں اس طرح نہیں کیونکہ یہ دوسرے کے قبضے میں ہیں، اوراس سے پانی لینے کے لیے ہمیں پیسے دینے پڑتے ہیں، جیسے کنویں سے پانی نکالنے کے لیے محنت ہوتی ہے، پھر ان سے جداول کے ذریعے کھیتوں کو پانی دیا جاتا ہے، ہاں اگر یہ نہریں اہل اراضی کھودتے اور کھدواتے یا سرکار صرف کھدوائی لے کر پانی مفت چھوڑتی تو اس صورت میں یہ پانی بارش یا چشموں کے حکم میں ہو سکتا تھا، مگر یہاں یہ صورت نہیں کیونکہ سرکار تجارت کرتی ہیں، اور ہر سال پانی کی قیمت لے کر ہمیں پانی دیتی ہے، کھدوائی کا مختانہ سالہا سال سے پورا ہو چکا ہے، تو پھر کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ یہ کھدوائی چشموں کے جداول کی طرح ہے، بلکہ جیسے گھڑے میں کوئی پانی محفوظ کر کے اس کو قیمت قیمتاً فروخت کرے، اسی طرح سرکار کرتی ہے۔

غرض ان نہروں کے پانی پر مختنانہ پڑتا ہے، جیسے کنوؤں وغیرہ کے پانی پر مختانہ پڑتا ہے، صرف مہنگ سست کا فرق ہے، سو اس فرق سے یہ قدرتی نہروں چشموں کے حکم میں نہیں ہو سکتیں، جیسے کنوؤں میں بڑا فرق ہوتا ہے، کسی کا پانی بہت دور ہوتا ہے اور کسی کا نزدیک اور جھلار میں اس سے بھی زیادہ نزدیک ہوتا ہے، مگر چونکہ محنت سے نکلتا ہے، اس لیے اس پانی کی کھیتی میں بیسواں حصہ ہے، اسی طرح ان نہروں کو سمجھ لینا چاہیے، کیونکہ دارومدار مختانہ پر ہے، مختانہ کے فرق پر نہیں۔ سبل السلام شرح بلوغ المرام ص ۲۱۴ میں ہے:

((المراد من الکل ما کان سقیہ بنصب وعناء نصف العشر وھذا الحدیث دل علی التفوقہ یبنما سقی بالسوانی وبین ما سقی بماء السماء والامطار حکمۃ واضحۃ وھو زیادۃ التعب والعنائ))

''یعنی حدیث میں اونٹ وغیرہ کے ساتھ پانی پلائی سے یہ مراد ہے کہ جس کھیتی کا پانی محنت و مشقت سے حاصل ہو، اس میں نصف عشر ہے، اوراس حدیث سے معلوم ہوا جو کھیتی اونٹ وغیرہ کے ذریعے سیراب کی جائے اور جو بارش اور نہروں سے پرورش پائے، ان دونوں میں فرق ہے، اور وجہ اس کی ظاہر ہے، اور وہ زیادہ محنت اور زیادہ مشقت ہے۔''

نیل الاوطار جلد نمبر ۴ صفحہ نمبر ۲۷ میں: ((فیما سقت السماء)) والی حدیث پر لکھا ہے:

((المراد ذالک المطی والثلج او البرد اوالطل والمراد بالعیون الانھار الجاریۃ التی یستقی منھا من دون اغتراف بآلۃ بل تدراح اساحۃ قولہ او کان عثریا قال الخطابی ھو الذی یشرب بعروقہ من غیر سقی زاد ابن قدامۃ عن القاضی ابی یعلی قال ھو المستنقع فی برکۃ ونحوھا یصب الیہ ماء المطر فی سوات تسقی الیہ قال فمثلہ الذی یشرب من الانھار بغیر مؤونۃ او یشرب بعروقۃ کان یغرس فی الارض یکون الماء قریباً من وجھھا فتصل الیہ عروق الشجر فیستغنی عن السقی انتھیٰ))

''یعنی آسمان کے پانی سے مراد بارش، برف، اولے اور ہلکی پھوار مراد ہے، اور چشموں سے مراد وہ نہریں ہیں۔
(نمبر۱) جن سے کسی آلہ کے ساتھ پانی نکال کر نہیں پلایا جاتا ہے، بلکہ ویسے ہی بہتی ہیں، حدیث میں عشریاً کے معنی کی بابت خطابی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جو اپنی جڑوں کے ساتھ زمین کی تہہ سے پانی پی لے۔
(نمبر۲): اور ابو یعلی سے ابن خزیمہ نے زیادہ کیا ہے کہ عشری وہ جو نیچی جگہ میں ہو، جہاں نالیوں کے ذریعے بارش کا پانی خود بہہ کر آ جائے، نیز کہا ہے، عشری کا اصل عاثور ہے، اور عاثور کے اصل معنی ٹھوکر والے کے ہیں، اور نالی، انسان کے لیے ٹھوکر کا باعث ہے، اس لیے اس کا نام عاثور رکھ دیا۔ نیز کہا ہے کہ:
یہی حکم اس کھیت یا درخت کا ہے جو بغیر مشقت کے نہروں سے پانی پیے یا اپنی جڑوں کے ساتھ زمین سے پیے، مثلاً ایسی زمین میں درخت لگائے کہ اس کا پانی بالکل نزدیک ہے نیچے سے اس کی جڑوں کو پہنچتا ہے، اور پانی پلانے کا محتاج نہیں رہتا۔''
ان عبارتوں سے واضح ہوگیا کہ فرق صرف محنت و مشقت کا ہے، اور محنت و مشقت سے مراد کھدوائی کے علاوہ ہے، جیسے نہر سے جھلار کے ذریعے پانی نکالنے یا کنویں سے رہٹ کے ذریعے یا چرس کے ذریعے یا قیمت ادا کر کے پانی لے، یہ ساری صورتیں محنت و مشقت کی ہیں، پس انگریزی نہریں بھی اس میں داخل ہوں گی، اور ان کی کھیتی سے بیسواں حصہ لیا جائے گا، نہ کہ دسواں۔
حسن اتفاق:... سائل بھی عبداللہ، مجیب بھی عبداللہ اور مقابلہ بھی عبداللہ کا عبداللہ سے، بلکہ حافظ عبداللہ کا حافظ عبداللہ سے ہے۔ ایسے اتفاق سے خالی نہیں اور بعض دفعہ یہ حسن اتفاق باعث عبرت بھی ہوتا ہے، ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت محمد مصطفی ﷺ کے ساتھ مقام صرف میں ہوا، جو مکہ معظمہ سے دس میل کے فاصلے پر ہے، مقلاوہ بھی وہیں آیا، وفات بھی وہیں پائی۔
حالانکہ نہ سرکار دو عالم رسول اللہ ﷺ صرف کے رہنے والے اور نہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ دونوں کا اصل مکہ مکرمہ اور جائے رہائش آخر میں مدینہ منور۔ لیکن تینوں اہم واقعات (شادی، مقلاوہ اور وفات) سرف میں وقوع پذیر ہوئے، کیا یہ انسان کے لیے درس عبرت نہیں ہے۔ (عبداللہ امرتسری) (تنظیم اہل حدیث لاہور، ۱۱ اپریل ۱۹۷۰ء شمارہ نمبر۷، جلد نمبر ۳۳)

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاوی علمائے حدیث

جلد 7 ص 127

محدث فتویٰ